عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماھنامہ غزالی

جمادی الثّانی ۱۴۲۷ھ/ جولائی 2006ء

Reg No: P 476

جلد چھارم

شمارہ: ۱۱

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180 روپے

خط و کتابت کا پتہ: مدیر ماہنامہ غزالی

مکان نمبر: P-12 یونیورسٹی کیمپس، پشاور

ای میل:>>> mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

توبہ

(حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ)

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم .

"اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَن لَّا ذَنْبَ لَہٗ"

توبہ کرنے والا گُناہ سے ایسا ہے کہ جس نے گُناہ کیا ہی نہ ہو۔

ہم میں سے ہر شخص گُناہ گار ہے۔ لیکن گناہوں کا اعتراف اپنی کمی اور کوتاہی کا یقین اور ان پر ندامت اور آئندہ کے لئے گُناہ سے بچنے کا پختہ عزم ہی بندگی ہے۔ حضور ﷺ کی حدیث مبارک ہے۔

کلکم خطاءُ ون وخیر الخطاءُ ونَ توّابُون

تم سب کے سب خطا کار ہو لیکن اچھے خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

میرے حضرت سید سلیمان ندوی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب بچہ چلتا ہے تو گرتا ہے، پھر اُٹھتا ہے، پھر گرتا ہے۔ ایسے چلتے چلتے آخر کار مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ وہ کون انسان ہے سوائے انبیاء علیہم السلام کے جو گُناہ سے کلیتاً پاک ہو۔ حضور ﷺ کی ایک دُعا ہے۔

رب لا تکلنی الیٰ نفسی طرفة عین. فانک ان تکلنی الی نفسی تکلنی الی ذنب و خطیٔة وضعف و عورة

اے اللہ مُجھے میرے نفس کے حوالہ آنکھ کے جھپکنے کے برابر بھی نہ کر۔ اگر تو نے مجھے نفس کے حوالہ کیا۔ تو مُجھے گُناہ، خطا، کمزوری اور عاجزی کے حوالہ کرے گا۔

اس مضمون کو کسی عارف نے اس شعر میں باندھا ہے۔

چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنجِ تو نیست
عاجزی درماندگی عذر و گُناہ آوردہ ام

عاجزی اللہ تعالیٰ کے خزانے میں نہیں۔ نیستی اللہ کے خزانے میں نہیں۔ عذر اللہ کے

خزانے میں نہیں۔ گُناہ اللہ کے خزانے میں نہیں۔ گُناہ تو ہمارے خمیر میں ہے، گُناہ پر ڈھٹائی نہیں چاہیے۔ گُناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی زیادہ توبہ قبول کرنے والے ہیں۔

باز آ باز آ ھر آن چہ ھستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

این درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ

ترجمہ: باز آ جاؤ باز آ جاؤ جو بھی ہو باز آ جاؤ۔ اگر کافر ہو، آتش پرست ہو یا بت پرست ہو باز آ جاؤ۔ میرا یہ دربار نا اُمیدی کا دربار نہیں ہے سو بار بھی توبہ توڑی ہو تو باز آ جاؤ۔

بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا اس نے ۹۹ قتل کئے تھے۔ اس کے بعد نجات کی فکر ہوئی۔ اپنے گھر سے چل پڑا۔ آگے ایک غیر محقق مولوی صاحب مل گئے۔ اس مولوی صاحب سے پوچھا کہ میں نے ۹۹ قتل کئے ہیں۔ کیا اس حالت میں میری بخشش ہو سکتی ہے۔ اس مولوی صاحب نے کہا کہ ۹۹ قتل کئے ہیں اور پھر بخشش کے اُمیدوار ہو۔ کہا کہ جب ۹۹ آدمی قتل کرنے کے بعد بخشش نہیں ہو سکتی۔ تو چلو سویں تم سہی۔ اس مولوی صاحب کو بھی قتل کیا۔ لیکن دل میں کسک باقی تھی۔ جب نشہ اُتر گیا پھر روانہ ہو گیا۔ ایک محقق مولوی صاحب ملے اُنھوں نے کہا کہ توبہ تائب ہو جاؤ اور اس ماحول کو چھوڑ کر فلاں گاؤں میں چلے جاؤ۔ یہ شخص اُس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں موت کا فرشتہ آیا اور راستہ میں نزع شروع ہوا۔ راستہ میں مر کر گرنے لگا۔ گرتے گرتے یہ کوشش کی کہ جس گاؤں کی طرف جا رہا تھا اس کے قریب ہو جائے۔ جب مر گیا تو رحمت اور عذاب کے فرشتے آئے۔ عذاب والے فرشتے کہتے تھے کہ سو قتل کئے ہیں اس کو دوزخ میں لے جائیں گے۔ اور رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ توبہ کی نیت سے نکلا تھا۔ دونوں قسم کے فرشتے اللہ کے پاس گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین ناپ لو کہ جس طرف زمین کم ہو۔ اگر توبہ کرنے والے گاؤں کے طرف زمین کم ہو تو رحمت والے فرشتے لے جائیں

اور اگر جس گاؤں سے چلا تھا اس طرف زمیں کم ہو تو عذاب کے فرشتے لے جائیں۔ جب زمین ناپی تو توبہ کی طرف جانے والے گاؤں کی زمین کم نکلی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی زمین سکیڑ دی تھی۔ کیونکہ مرکر گرتے ہوئے بھی اس نے توبہ کرنے والے گاؤں کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی۔ رحمتِ حق بہانہ چاہتی ہے۔ بہا (قیمت) نہیں چاہتی۔ انسان سے گُناہ ہو جاتا ہے اور پھر کہتا ہے۔

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا

اللہ کی رحمت سے نا اُمید شیطان ہوتا ہے۔ میرے آقا سیدنا حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ سے گُناہ ہو جائے اور پھر کہے۔

رب ظلمتُ نفسی فاعترفت بذنبی

اے ربّ میں نے گُناہ کیا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے گُناہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! یہ بندہ سمجھتا ہے کہ کوئی میرا پالنے والا ہے اور اپنے گُناہوں کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ربّ تیرے سوا کوئی معاف کرنے والا نہیں ہے تو مُجھے بخش دے۔ اے فرشتو! گواہ رہو۔ میں نے اس بندہ کو معاف کیا۔ اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں اور یاد بھی نہیں دلاتے۔ ایک گُناہ گار کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بُلائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے۔ کہ تو نے فلاں فلاں گُناہ کئے تھے۔ تو یہ بندہ کہے گا۔ کہ اے اللہ تو نے وہاں بھی ستاری کی تھی۔ یہاں بھی تو ستاری فرما کہ تُو تو ستار ہی ہے۔ اللہ پاک کہے گا کہ جا میں نے تجھے بخش دیا۔

ایک اعرابی سے حجاج بن یوسف نے پوچھا کہ بتا حجاج بن یوسف کیسا ہے۔ اعرابی نے کہا کہ انتہائی ستمگر اور ظالم ہے۔ حجاج نے کہا کہ اس کی شکایت خلیفہ عبدالملک کے پاس کیوں نہیں کرتے۔ کہا کہ وہ حجاج سے بھی زیادہ ظالم ہے۔ حجاج نے کہا کہ اس کو پکڑو۔ اعرابی نے سمجھا اور گھوڑے کو کھینچ کر حجاج کے پاس پہنچا۔ اور کہا کہ بھید میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ میں کسی کو نہیں کہوں گا۔ حجاج نے چھوڑ دیا۔

؎ تو کریمی و رسولِ تو کریم
ہزار شکر کہ ہستیم میان دو کریم

اللہ کی رحمت ہر حال میں ہمارے گناہوں سے بڑی ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے

فرمایا ہے۔

اللھم انّ مغفرتک اوسع من ذنوبی ورحمتک ارجیٰ عندی من عملی

اے اللہ بے شک تیری مغفرت میرے گُناہوں سے وسیع ہے اور تیری رحمت سے مجھے اپنے عملوں سے زیادہ اُمید ہے۔

ایک دوسری حدیث میں دُعا فرمائی۔

اللھم اصنع بنا ما انت اھلہ و لا تصنع بنا مانحن اھلہ

یعنی اے اللہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ فرما جو تیری شان رحمت ومغفرت کے لائق ہے اور ہم سے وہ معاملہ نہ فرما جس کے ہم اہل ہیں۔

اگر ہم سے ہمارے عملوں کے مطابق معاملہ ہو جائے تو ہمارے گُناہوں کی وجہ سے پوری دُنیا میں کوئی جاندار چیز نہ چھوڑی جائے۔ لیکن اس کی شان کریمی اور رحیمی کے صدقے جایئے کہ اس نے مومنوں کی مغفرت مانگنے کے لئے ہزاروں فرشتے مقرر کئے ہیں جن کی تسبیح یہ ہے کہ اللہ مسلمانوں کو بخش دے، ان کے گناہوں کو بخش دے۔ ہم زیادتیاں کرتے ہیں وہ رحم کرتا ہے۔ ہم اس سے بھاگتے ہیں اور وہ ہم کو اپنے رحمت کی طرف کھینچتا ہے۔ ہم خطا کرتے ہیں وہ عطا کرتے ہیں۔

از درِ حلم وکرم آئی مدام

اے خدا تو ہمیشہ حلم وکرم کے دروازے سے آتا ہے۔

اے خدا قربان احسانت شوم
کان احسانی بقربانت روم

بس اللہ کی رحمت سے انسان کو کسی وقت نا اُمید نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کا تقاضا یہ نہیں کہ انسان جان بوجھ کر گُناہ کرتا رہے۔ اگر باپ بیٹے کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو بیٹے کو بھی اچھا سلوک کرنا چاہیے، نہ کہ باپ کے اچھے سلوک کی وجہ سے باپ کی نافرمانی کرے۔ اسی طرح اللہ کے رحم وکرم سے ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہیئے بلکہ اللہ کا مطیع اور وفادار بن کر زندگی گزارنی چاہیئے۔

تربیت کی اهمیت (آخری حصہ)

(بیان ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ بمقام دارالعلوم قاسم العلوم، کٹی گڑھی، لوند خوڑ)

ابھی ابھی میں ماسٹر عزیز سے بات کر رہا تھا کہ مدارس میں کبھی کبھی ہڑتالیں ہو جاتی ہیں، مدارس میں بھی من چلے طلباء ہوتے ہیں، ہنگامہ وغیرہ کر دیتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تھے۔ کہتے ہیں اُن کے پاس ایک طالب علم آ گیا ایک ہاتھ میں دال ہے اور دوسرے میں روٹی ہے اور کہا یہ کھانا ہے اس طرح کا کھانا کوئی مدرسے میں دیتا ہے یہ تم لوگوں کا کھانا ہے۔ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ طالب علم کو اُوپر نیچے دیکھ رہے ہیں، اُن کے دیکھنے سے آدمی چُپ ہو گیا اور چلا گیا، بولا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا حضرت کیا بات تھی کہ وہ اعتراض کر رہا تھا اور آپؒ گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا بھائی یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں ہے، تحقیقات کرو یہ یہاں کا طالب علم نہیں ہے۔ تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ کوئی ہوشیار طالب علم چھٹی پر چلا گیا ہے اور اپنی جگہ کسی رشتہ دار کو جو شہر میں مزدوری کے لیے آیا ہوا ہے اُس کو چارپائی پر ڈالا ہوا ہے اور کہا ہوا ہے کہ میرے حصے کا کھانا بھی کھایا کرو، یہ طالب علم نہیں ہے۔ حضرت سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ نے کیسے پہچانا کہ یہ مدرسے کا طالب علم نہیں ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ دراصل جب دارالعلوم دیوبند بنا تھا تو میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کنویں پر تشریف فرما ہیں اور دودھ نکال کر تقسیم فرما رہے ہیں، لوگ آ رہے ہیں کوئی اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں، کوئی کٹورے میں لے رہے ہیں، کوئی چھوٹے برتن میں، کوئی بڑے برتن میں لے رہے ہیں فرمایا کہ اُن لوگوں کو میں پہچانتا ہوں یہ اُن میں نہیں تھا۔

میرے بھائی یہ صرف مدرسہ نہیں تھا کہ جس میں صرف الفاظ کو پڑھانے والے اور ترجمہ سکھانے والے لوگ تھے۔ اس میں روشن ضمیر اور روشن دل لوگ ہوتے تھے جو ایک نگاہ میں پہچان لیتے تھے آدمی کو۔ ہری پور کا ایک ایس پی پولیس ہوتا تھا جو شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کی جاسوسی کرتا تھا مجالس میں پہنچ کر جگہ جگہ پر۔ آخری عمر میں کہتا تھا کہ حضرت نے مجھے تین بددعائیں دی تھیں، دو تو میرے سامنے آ گئیں ہیں اور اب ایک کا انتظار ہے موت سے پہلے۔ ایک طرف تو مدارس کا یہ حال تھا اور دوسری طرف اب مدارس کا یہ حال ہے کہ مدرسے میں شیخ الحدیث ہے لیکن کسی سے بیعت ہی نہیں ہے، ذکر اذکار کی تکمیل نہیں کی ہوئی ہے، فنا بقا کی کوئی منزل طے نہیں ہے، ماشاءاللہ چونکہ حدیثیں اُن کو یاد ہو گئی ہیں ترجمہ اُن کو آ گیا ہے لہٰذا مزید کوئی ضرورت ہی

محسوس نہیں کرتے۔

ہمارے علاقے میں قاضی فضل ربیؒ صاحب ہوتے تھے تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ مفتی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں جامعہ اشرفیہ میں کوئی طالب علم کالروالی قمیص نہیں پہن سکتا تھا کیونکہ اُن کا ایک تقوٰی کا معیار تھا اور اُن کے فیوض و برکات تھے۔ ہمارے حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقہ کی ایک پرانی تعریف ہے کہ نفس اور اس کے متعلق جتنی چیزیں ہیں **مَالَهٗ وَمَا عَلَيْهَا** اس طرح کے کچھ الفاظ فرمایا کرتے تھے یعنی اُن سب کو جاننا، جس میں کتابُ الطھارت اور کتاب البیوع کے ساتھ رذیلہ حرص، رذیلہ حسد، رذیلہ کبر اور رذیلہ ریا وغیرہ ان سب پر بھی بحث ہے وہ فرمایا کرتے کہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ فقہ دو حصوں میں ہے ایک فقہ ظاہری اور ایک فقہ باطنی، اور فقہ باطنی کبر، حسد، ریا اور لالچ ان کو جاننا، ان کے دور کرنے کی ترتیبیں اور فضائل جاننا۔ میں ایک خانقاہ کے اجتماع میں گیا اپنے ساتھی ساتھ تھے، خانقاہ والوں نے اپنے ایک ماہر مولوی صاحب سے تقریر کروائی، اُنہوں نے دین کے شعبے بیان کیے۔ شعبۂ اخلاق کو جب بیان کیا تو یہ اُن کے نزدیک صرف میٹھی باتیں کرنا تھا۔ کیونکہ وہ پختہ خانقاہی نظام سے گزرے ہی نہیں تھے۔ اخلاق دین کا ایک شعبہ ہے جس کی دو قسمیں ہے اخلاقِ فاضلہ اور اخلاقِ رذیلہ، اخلاق صرف میٹھی میٹھی باتیں کرنے کو نہیں کہتے کہ کوئی غصہ کرے تو آگے سے خاموشی اختیار کر کے شریفانہ رویہ اختیار کرلے۔ کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا اخلاقِ رذیلہ ہیں جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں دس تک لکھے ہیں، اخلاقِ فاضلہ توکل، تواضع اور اخلاص یہ بھی دس لکھے ہیں۔ چلو میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سنادوں، میں ایک جگہ دعوت پر گیا ہوا تھا وہاں ایک آدمی کا مجھ سے تعارف کرایا گیا کہ یہ طالب علم ہے بڑا ذہین، فلانے مدرسے میں پڑھتا ہے، تو جہاں پر وہ پڑھ رہا تھا اور دورہ کررہا تھا وہاں دورہ کرانے والے سعودی عرب وغیرہ میں رہ کر آئے ہوئے تھے لہٰذا غیر مقلدین کا اثر لئے ہوئے تھے۔ طالب علم سے میں نے کہا کہ برخوردار ماشاءَ اللہ آپ پڑھ رہے ہیں، دورہ کررہے ہیں جب فارغ ہوجائیں تو احیاء العلوم پڑھ لینا، تو آدمی آگے سے گرم ہوگیا اُس نے کہا ہمارے استاد صاحب نے کہا ہے کہ ایسے لوگ جن کے وعظ اور بیان میں لوگ تڑپتے تھے اور چیخیں مارتے تھے ہم اُن سے بھی حدیث نہیں لیتے۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ اب میں اور بات ان کے ساتھ کروں تو نہ ہماری بات کو سمجھے گا اور نہ ان کو فائدہ ہوگا، تو اچھی بات یہ ہے کہ کھانا کھا کر خوشگوار طریقے سے رخصت ہوکر چلے جائیں تو یہ اچھا ہے، ہم نے آپ کو کب کہا ہے کہ آپ احیاء العلوم سے حدیث لیں، حدیث تو

بخاری اور مسلم سے لینی ہوں گی، احیاء العلوم میں تو آپ کو دورۂ حدیث کرنے کرانے کی بات نہیں کی گئی ہے اُس میں یہ بات کی گئی ہے کہ آپ کی شخصیت میں، آپ کے باطن میں حق اور اخلاقِ فاضلہ کیسے داخل ہونگے، اخلاقِ رذیلہ کیسے نکلیں گے اور آپ کی شخصیت کیسے تعلق مع اللہ کے لیے صاف ستھری ہوگی۔ دل منجھے گا، ستھرا ہوگا اور صاف ہوگا تو اُس میں ذاتِ ذوالجلال کے حُسنِ لازوال کا عکس چمکے گا جھلکے گا پھر جب وہ عکس چھلکتا ہے اور جھلکتا ہے تو الفاظ و معانی سے نکل کر آدمی ایک ایسے مقام کی طرف جاتا ہے کہ جس کے بارے میں فرمایا گیا کہ

ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ط (زمر:۲۳)

ترجمہ: پھر نرم ہوتی ہیں اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ کی یاد پر۔ (تفسیرِ عثمانی)

جب دل ذکر کرتا ہے، جب بدن ذکر کرتا ہے جب بال کھال، ہڈی اور ہڈی کا گودہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تپش اور گرمی کو محسوس کرتا ہے، سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

نام اُن کا اور جاں کے ساز پر
ہر رگِ جاں سازِ الا اللہ ہے

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

تعلق مع اللہ سے آدمی معلومات سے نکل کر محسوسات کی طرف جاتا ہے اور دل، جان، بال، کھال، بدن کا رواں رواں اور ہڈی کا گودہ تک ذکر کی تاثیر کو محسوس کرتا ہے۔ صوفیا کی ایک اصطلاح ہے سلطانُ الاذکار۔ حضرت حکیم الامت، مجدد الملت مولانا اشرف تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سلطانُ الاذکار یہ ہے کہ سارا بدن اللہ اللہ کرنے لگے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

اللہ اللہ کن کہ تا اللہ شوی
ایں سخن حق است واللہ مے شوی

اللہ اللہ کرو تو اللہ اللہ ہی ہو جائے گا باطن میں چھا جائے گا اور یہ حق بات ہے اور اللہ کی قسم اُٹھا کر یہ بات میں کہتا ہوں کہ یہ بات ہو جائے گی، سبحان اللہ۔

ہم تو مخلوط تعلیم میں پڑھاتے ہیں۔ کسی کی باتیں تو سننا نہیں چاہیے لیکن کبھی کبھی چلتے چلتے کانوں

میں پڑ جاتی ہیں، تو ایک کو میں نے سنا دوسرے کو کہہ رہا ہے کہ ساری رات نیند نہیں آئی ہے اور تھوڑی دیر کے لیے بھی میں تمھاری یاد سے نہیں ہٹا ہوں، دوسرے نے کہا کہ میرا بھی یہی حال ہوا ہے ساری رات، مجھے بھی نیند نہیں آئی ساری رات۔ ہائے ہائے، یہ گوں کی بوریاں اور یہ مُردار چیزیں، جب بدن پر موت کے بعد ایک دن گزر جائے تو بدبو اور تعفن آئے۔ بالا کوٹ کے لوگ کہتے تھے کہ آدمی کھڑا نہیں ہوسکتا تھا اتنی بدبو آتی تھی، انسان کیا ہے، حُسن تو ذاتِ ذوالجلال کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہے جس میں آدمی محو ہو جائے تو کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا۔

جب سے تمھیں دیکھا ہے جب سے تمھیں پایا ہے
کچھ ہوش نہیں مجھ کو ایک نشہ سا چھایا ہے

چلئے ایک بات آپ کو سنا دوں، آپ حضرات چونکہ اہل علم ہیں، پہلے آپ کو ایک لطیفہ سنا دوں پھر اس کو سنا دیتا ہوں، لطیفہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد میں درسِ قرآن کے لیے جار ہا تھا ہاسٹل کے دروازے پر پہنچا، دو لڑکے کھڑے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، بڑے سُر میں ہیں، ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ (خبر یے رحمان بابا سہ وائی) پتہ ہے رحمان بابا نے کیا کہا ہے۔

چہ پہ نظر کہ دے شہ عیب نہ وی رحمانہ
خکلی مخ تہ پہ کتو کے گناہ نشتہ

ترجمہ: اے رحمان اگر تمھاری نظر میں عیب نہ ہو تو خوبصورت چہرے کو دیکھنے میں گناہ نہیں ہے۔

بڑے سُر میں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ جب اُنہوں نے پیچھے دیکھا تو میں کھڑا ہوں (ہر زے کہ دیے ولاڑیی) ہر جگہ یہ موجود ہوتا ہے (یا اللہ مونگ یو ٹوٹہ گپ لگولو پہ ھغے کے دے موجود ولاڑیی) یا اللہ ہم تھوڑی بہت گپ شپ لگا رہے ہوتے ہیں اُس میں بھی یہ کھڑا ہوتا ہے۔ یہ رحمان بابا کا شعر نہیں ہے، اپنی طرف سے کسی نے بنایا ہے، کوئی اپنا شعر بنا لیتا ہے درمیان میں رحمانہ لگا کر کہہ دیتا ہے کہ یہ رحمان بابا کا شعر ہے، حالانکہ رحمان بابا کا دیوان ہے۔ خیر یہ تو بات سنی آپ نے، اب جو بات میں آپ کو سنا رہا تھا وہ اٹک کے علاقے کی بات ہے، کہ اٹک کے علاقے میں ایک بزرگ تھے۔ تھے لوہار، بڑے اللہ کے تعلق والے بندے تھے، پرانے زمانے میں روئی کو چرخے سے کاتتے تھے، میرے خیال میں آپ میں سے مجھے کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آرہا ہے جس نے چرخہ دیکھا ہو (مہتمم صاحب چرخہ تاسو کتلے دہ؟ اوجی، ماشاء اللہ دا خو بیا ڈیر برکتی کو رو وو چہ چرخہ پہ کے وہ) مہتمم صاحب کیا آپ نے چرخہ دیکھا ہے؟ (مہتمم صاحب نے ہاں میں جواب دیا اس پر کہا

)ماشاء اللہ یہ تو بڑا برکتی گھر تھا جس میں چرخہ تھا، ہماری دادی صاحبہ سوت کاتتی تھیں، اُن کو میں نے دیکھا ہوا ہے۔ چرخہ گھمانے سے سوت اوراُون کی تار بنتی تھی۔ چرخہ اُلٹا گھمانے سے یہ تار تکلے پر لپٹ جاتی تھی۔ پرانے زمانے میں سارے کپڑے اسی دھاگے سے بناتے تھے اور سال میں مشکل سے ایک آدمی کا ایک جوڑا بنتا تھا، ایسے ہی گرم کپڑے ہمارے گاؤں میں بنتے تھے۔ تکلے کے بارے میں یہ ہے کہ ایک ہفتہ دو ہفتہ اس پر کام کرلیں تو ٹیڑھا ہو جاتا تھا۔ جب تکلا ٹیڑھا ہو جائے تو دھاگہ ٹوٹتا ہے۔ تکلے کو سیدھا کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ لوہار اس کو آگ میں ڈالے جب سرخ ہو جائے تو آگ سے نکال کر اپنے سندان پر اُسے کوٹے، پھر اس کو دیکھے کہ کوئی فرق تو نہیں ہے۔ جب مکمل سیدھا ہو جائے تو اسے پانی میں ڈالتے ہیں، تو اِن لوہار بزرگ کے پاس ایک ہندو لڑکی آگئی تکلے کو ٹھیک کرنے کے لیے، وہ لڑکی تھی بہت خوبصورت، اُس بزرگ نے تکلے کو آگ میں رکھا اور اس لڑکی کی طرف دیکھا تو اُس کو دیکھتے ہی رہ گئے، لوگ کہتے ہیں کہ (دا بزرگ دے کنہ) یہ بزرگ ہے نا، (چہ خکلی جینئ تہ پہ کتو شونو بزرگی ہیرہ شوہ) جب خوبصورت لڑکی نظر آئی تو اُس کو دیکھ رہا ہے اور بزرگی بھول گیا۔ اُنہیں جب اُن کی بات کان میں پڑی تو ہوش میں آگئے، تکلہ آگ سے نکالا بالکل سرخ ہوا تھا۔ اُنہوں نے اپنی ایک آنکھ میں اور دوسری آنکھ میں سرمے کی سلائی کی طرح پھیر دیا۔ تکلہ آنکھ کے پانی سے شخ شخ کرکے بجھا، اُنہوں نے کہا کہ (کہ ما کتلی وی نو زما ستر گے دے ڑندے شی) اگر میں نے اس کو دیکھا ہو تو میری آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ جب اُنہوں نے آنکھیں کھولیں تو آنکھیں بالکل ٹھیک ٹھاک تھیں۔ فرمایا کہ اُس پر نگاہ پڑنے کے بعد مجھے محویت ہوئی ذاتِ ذوالجلال کے حسن لازوال کی طرف اور میرا دھیان ربّ ذوالجلال میں گم ہو گیا، ہوسکتا ہے کہ میں اُسکی طرف دیکھ رہا تھا لیکن میرے سامنے وہ نہیں تھی اُس وقت میں جلوۂ الٰہی میں محو تھا۔ حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر پڑھا کرتے تھے

ے اے مصور تیرے ہاتھوں کی بلائیں لے لوں
کیا تصویر بنائی میرے بہلانے کو

ے تجھ سے مانگو میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

ہمارے مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارسی کے شعر پڑھا کرتے تھے، اب تو فارسی ناپید ہو گئی

؎ فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از اُو غیر اُو تمنائے

جدائی اور ملاقات، یہ کیا چیزیں ہیں، جدائی ہوگئی ملاقات ہوگئی یہ کوئی خاص چیز تو نہیں ہے، تُو دوست سے دوست کی رضا مانگ۔ کیونکہ سوائے اُن کی ذات کے کسی دوسری چیز کا اُن سے مانگنا یہ تو بہت افسوس کی بات ہے۔ واہ واہ، سبحان اللہ، بہت ہی مزے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی صاحبؒ ہمارے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تشریف لائے، بیان فرمایا، نشہ سا چھارہا تھا، تھوڑی دیر بیان کرنے کے بعد اُنہوں نے فرمایا

ع اللہ ھو میں بڑے مزے ہیں جو چاہے سو چکھ لے

پھر ایک خوش الحان قاری صاحب کو کھڑا کیا اور قاری صاحب سے کہلوایا

اللہ ھو میں بڑے مزے ہیں جو چاہے سو چکھ لے

مجھ سے ایک آدمی پوچھ رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب سنا ہے کہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے شادی نہیں کی تھی، میں نے کہا کہ نہیں کی تھی۔ تو وقت کیسے گزرتا تھا شادی کے بغیر؟ سبحان اللہ، ہمارا سلسلہ چشتیہ ہے سماع کا لفظ آپ لوگوں نے سنا ہوگا، سماع اشعار بولنے کو کہتے ہیں ڈھول باجے کو نہیں کہتے۔ میں محققین صوفیاء کے پاس بیٹھا ہوا ہوں یہ ویسے لوگوں نے مشہور کیا ہوا ہے۔ اشعار کا پڑھنا اسی کو سماع کہا گیا ہے۔ اشعار کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک میں عارفانہ کلام ہوتا ہے دوسرے وہ اشعار ہوتے ہیں جن میں محبتِ حقیقی کو مجاز کے لبادے میں بیان کیا جاتا ہے۔

؎ کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں (اقبال)

؎ ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر (غالب)

چنانچہ محبوب کے رخسار، ہونٹوں اور زلفوں کی اصطلاحات میں تعلق مع اللہ کی کیفیات کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس پر صوفیاء اعتراض کیا کرتے ہیں کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اس سماع میں بہت شدت کے جذبات آتے ہیں اور دو طرح کے جذبات آتے ہیں ایک قسم کے جذبات سے نفس برانگیختہ ہوتا ہے اور جذباتِ شہوانیہ

اُبھرتے ہیں یہ بات نوجوانوں اور اُن سالکین کے ساتھ ہوتی ہے جنہیں فنائے نفس نصیب نہ ہوا ہو۔ فنا والوں کے جذباتِ شہوانیہ نہیں اُبھرتے لیکن محبتِ الٰہی کے جذبات اتنی شدت سے اُبھرتے ہیں کہ آدمی کی چیخیں نکلتی ہیں۔ تو اُس آدمی کے جواب میں بندہ نے کہا برخوردار جب اس طرح کے معاملات شروع ہو جائیں تو انسان ان احساسات اور جذبات میں ایسا محو ہو جاتا ہے اور اُس میں ایسا لطف نصیب ہو جاتا ہے کہ ایسی کشش دس شادیوں میں نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے تعلق والے ایک گروہ کا یہ حال ہوگا کہ وہ جنت کی ساری نعمتوں اور عطایا سے بالاکُل وقتی لقائے الٰہی کے مزے لوٹ رہا ہوگا اُنہیں حور وقصور اپنی طرف متوجہ ہی نہیں کر سکیں گے۔

ے جس کا عمل ہو بے غرض اُس کی جزا کچھ اور ہے
حور وخیام سے گزر بادہ و جام سے گزر (اقبال)

حور وخیام سے بھی آگے بات ہے بادہ اور جام سے بھی آگے ایک بات ہے اور وہ لقا اور دیدارِ الٰہی دائمی کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دائمی اللہ تعالیٰ کا دھیان اور دائمی ذکر کی کیفیت حاصل ہوئی ہو، پاسِ انفاس (ذکر) جو ہم کراتے ہیں، یہ اگر پکا ہو جائے تو ان کو یہ بات حاصل ہو جاتی ہے۔ بندہ نے اس بات کو کالج میں بیان کیا تو طلباء ڈر کر پوچھنے لگے ڈاکٹر صاحب وہ ہفتہ ہفتہ والا دیدار بھی تو ہوگا۔ اُن کو ڈر ہو رہا تھا کہ سب کچھ فنا ہو کر حور وخیام سے بھی آگے گزر گئے تو ہمارا کیا ہوگا۔ بندہ نے جواباً کہا کہ یہ بات تو گاہے گاہے کسی خوش نصیب کو نصیب ہوتی ہے۔ ہم اور آپ وہ ہستیاں نہیں ہیں کہ اس کو حاصل کر سکیں۔

ے ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (اقبال)

وہ چند ایک آدمی ہیں پوری تاریخِ اسلام میں، جنھوں نے اس بات کو چھوا ہے اور اس کو حاصل کیا ہے، تذکرۃ اولیاء میں ابرھیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پڑھیں، سبحان اللہ، عجیب وغریب حالات ہیں۔ حضرت علاؤ الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے عجیب وغریب حالات ہیں، سبحان اللہ، وقت تھوڑا ہے، عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اکوڑہ خٹک میں بیان ہوا ساری رات بیان ہوا، صبح کی اذانیں جب ہونے لگی تو اُنھوں نے آخر میں شعر پڑھا

ے شبِ وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

؎ حدیثِ عشق خوش بوداست وشبلی خوش ترش گفت است

دراصل عشق ومحبت کی بات بھی اچھی ہے لیکن حضرت شبلیؒ نے تو اُسے اور اچھا کر کے بیان کیا ہے۔

تو محترم بھائیو اور دوستو! جب تعلیم وتعلم مکمل ہو جائے اور اُس کے بعد آدمی تزکیہ کی ترتیب سے گزر جائے تو پھر شخصیت مکمل ہوتی ہے۔ جب کامل شخصیات اشاعتِ دین اور ہدایت کا کام کرتی ہیں تو اُس سے ہدایت پھیلتی ہے ورنہ آدمی مفادات کی نظر ہو جاتا ہے۔ ہماری کوششوں سے بجائے ہدایت کے فساد پھیل جاتا ہے تو اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شخصیت کامل نہیں ہوتی۔ یہ تُو اور میں جو پِٹ رہے ہیں اور تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں یہ تو وہ خطائیں ہیں کہ ہم اُس طریقۂ زندگی پر نہیں ہیں، اُس ترتیب پر نہیں ہیں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے چھوڑ کر گئے ہیں۔

آپ حضرات کا یہ وقت تو خوب محنت کا ہے۔ اس وقت آپ کا جہاد بھی یہی ہے، آپ کا تقویٰ اور تزکیہ بھی یہی ہے۔ سب چیزیں آپ کو اس وقت کی محنت سے حاصل ہونگی، اس محنت میں جہاد کی نیت کریں، اس محنت میں آپ اللہ تعالیٰ کے تعلق کی نیت کریں، اس وقت آپ دنیا وآخرت کی ساری نیتوں کے ساتھ اس محنت کو کریں۔ میں تو اپنے کالج کے طلباء کو جہاد کی نیت کرواتا ہوں کالج کی تعلیم کے بارے میں، اور اس لیے کہ اُن کی یہ تعلیم اُمت مسلمہ کے لیے بہت مفید ہوگی اور اُمت مسلمہ کے کام آئے گی۔ علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا مقالہ ہے جس میں لکھا ہے کہ ڈاکیہ بھی جہاد کی نیت کر سکتا ہے کہ وہ خط صحیح طریقے سے تقسیم کرے گا تاکہ محاذ پر جو جنگ ہو رہی ہے اُس کو فائدہ پہنچے اور اُس میں نقصان نہ آئے تو اُس ڈاکیہ کا بھی جہاد ہو گیا، زمیندار یہ نیت کرے کہ جو غلہ وہ پیدا کر رہا ہے مجاہدین تک پہنچے گا مجاہدین کے کام آئے گا، یہ بھی جہاد میں شامل ہو گیا، کپڑے بُننے والا، کپڑے سینے والا سب نیت کر سکتے ہیں۔ میں طلباء سے کہا کرتا ہوں کہ جہاد کی نیت کر کے اس علم کو بھی حاصل کریں، یہ حلال روزی کا ذریعہ بنے گا، یہ اُمت مسلمہ کی خدمت کا ذریعہ بنے گا، یہ اُمت مسلمہ کے مجاہدین کو فائدہ پہنچائے گا۔ سبحان اللہ، تو علم میں لگیں، خوب لگیں اور ایسے ماہر ہوں کہ لطف آجائے۔ پھر تربیت کی فکر کریں۔

آپ کی معلومات میں یہ بات آئی ہوگی یا نہیں آئی ہوگی کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو بانی دیوبند ہیں اُنہوں نے کبھی بھی دیوبند میں تدریس نہیں کی۔ اُن کی دیوبند کے پاس گنگوہ میں خانقاہ تھی اور دیوبند سے دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد پھر ایک سال کے لیے طلباء اس میں رہتے تھے جس میں ذکر

واذکار اور اصلاح نفس کا کام مکمل کر کے جاتے تھے۔اس کے علاوہ دیوبند والوں کی ایک خانقاہ مشرقی پنجاب میں رائے پور کی تھی جس میں حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے، سندھ کے علاقے میں بھر چونڈی کی خانقاہ تھی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل خانقاہی ترتیب دیوبند میں تھی۔حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آخری زندگی تھانہ بون کی خانقاہ میں گزاری، وہاں تصنیف وتالیف آپ نے کی ہے لیکن درس وتدریس نہیں کی۔وہاں کے قیام میں آپؒ نے کوئی ڈیڑھ سو آدمیوں کی تربیت کی ہے جس میں سے سو آپ کے خلفاء ہوئے ہیں اور تقریباً چالیس مجازینِ صحبت ہوئے ہیں اور جو آدمی وہاں سے نکلا ہے اُس نے عظیم کارنامے انجام دیے ہیں۔

بہرحال عرض یہ ہے کہ آپ حضرات اتنے اخلاص اور محبت کے ساتھ بیٹھے تھے، اور چونکہ فضاء میں مدرسے کے انوارات تھے اس لیے ہمارا بھی بیان کرنے کو جی ہوا۔ ہمارے ساتھیوں کو پتہ ہے کہ ہر جگہ بیان نہیں ہوسکتا، جس جگہ پر فضاء سازگار ہوتی ہیں وہاں صحیح بیان ہوجاتا ہے۔یہ ایک دو دن کی بات نہیں ہے اسکے لیے تو زندگیاں لگتی ہیں چلیے آخری شعر آپ کو سنادیں

بعد از سی سالہ ایں نکتہ محقق شد بہ خاقانی
کہ لحظہ با خدا باشند بہ از ملکِ سلیمانی

تیس سال کے مجاہدات کے بعد خاقانی پر یہ راز کھلا کہ تھوڑی دیر کے لئے باخدا ہوجانا، اللہ تعالیٰ کی معیت میں ہوجانا یہ سلیمان علیہ السلام کے ملک سے بہتر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمادیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۲۲ سے آگے) بہت ہی خستہ حال اور پُرانے کپڑے۔کہنے لگا، یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی غریب فقیر مرجائے۔میں نے لاپرواہی سے لغو سمجھ کر کہہ دیا کہ اندر آجا اور جہاں چاہے پڑ کر مرجا۔وہ اندر آیا، وضو کیا، چند رکعات نماز پڑھی اور لیٹ کر مر گیا۔میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور جب دفن کرنے لگا تو مجھے خیال آیا کہ اس کے منہ پر سے کفن ہٹا کر اس کا منہ زمین پر رکھ دوں تا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کی غربت پر رحم فرمائے۔میں نے اس کا منہ کھولا۔اس نے آنکھیں کھول دیں۔میں نے پوچھا میرے سردار کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے؟ کہنے لگا میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے۔میں کل قیامت میں اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں گا۔ (جاری ہے)

چترال اجتماع کی کارگزاری

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

جون ۲۰۰۵ء میں سرکاری ڈیوٹی کے سلسلے میں بندہ کا چترال جانا ہوا۔ ڈیوٹی کے علاوہ اوقات یعنی عصر تا عشاء مقامی ساتھیوں کی برکت سے اپنے سلسلہ کی دینی سرگرمیوں میں استعمال ہونے کی توفیق ہوئی۔ جناب مقبول الٰہی صاحب ریجنل ڈائریکٹر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے تقاضا کیا کہ اسی سال اور اگر ممکن نہ ہوسکے تو آئندہ سال چترال میں سلسلے کا اجتماع رکھنا چاہیئے۔ بندہ نے توکّل کر کے وعدہ کرلیا۔ جگہ کے انتخاب کے بارے میں بات ہوئی تو مقبول صاحب نے بُونی کا انتخاب کیا۔ بُونی کی ترجیح کی چند بنیادیں تھیں۔ علاقہ صاف سُتھرا ہے۔ موسم بہت اعلیٰ ہے، یہاں کی تین منزلہ جامع مسجد تقریباً تین ہزار افراد کے قیام کے لیے کافی تھی۔ اس علاقے میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور اسماعیلی اکثریت میں ہیں۔ یہاں کے علماء اور مشائخ نے ٹکراؤ اور تکرار کے بجائے آغاخانیوں کے ساتھ شفقت کا رویّہ رکھا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ لوگ مسلمان ہوتے تھے۔

ماضی قریب میں ایک عالم مولوی عبیداللہ چترالی صاحب تشریف لائے۔ موصوف اسماعیلی سے مسلمان ہوئے تھے اور اس فرقہ کے خلاف مُتشدد ذہن رکھتے تھے۔ عموماً فارغ التحصیل مولوی صاحبان بیعت و سلوک کے راستے سے گزرے بغیر اور اکابر کے مشورے نگرانی کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے لیے کام کرنے کی خود سمت متعین کرلیتے ہیں۔ جوانی کا جوش وخروش اور جذبات کی شدت کے ساتھ ناتجربہ کاری اور کوتاہ نظری، اُن سے اخلاص کے پردے میں نقصان دہ کام کروالیتی ہے۔

مرغِ پرنا رُستہ چوں پراں شود   طعمۂ ہر گربۂ دراں شود

ترجمہ: پورے پر نہ نکالے ہوئے پرندہ جب اُڑنے لگتا ہے تو پھاڑنے والی بلی کا نوالہ بن جاتا ہے۔

چنانچہ اس علاقے میں عبیداللہ صاحب نے تکرار اور ٹکراؤ کی پالیسی کے تحت کام شروع کیا جس کے ردِعمل میں اسماعیلیوں کا اسلام میں داخلے کا دروازہ بند ہوگیا، وہ بیدار ہوکر منظّم ہوگئے لہٰذا اس علاقے میں پھر مثبت طریقے سے کام کرنے کی ضرورت تھی تاکہ یہ اثر زائل ہو اور پُرانا طرز بحال ہو۔

ہمارا سلسلہ ہر سال کسی ٹھنڈے علاقے میں سالانہ اجتماع کرتا ہے جس کی وجہ سے نئے نئے لوگ

ٹھنڈے علاقے کی کشش کی وجہ سے آتے ہیں۔ ٹھنڈے علاقے کی پُرسکون فضا میں جم کر مجالس ہوتی ہیں جس کا خاطر خواہ فائدہ ہوتا ہے۔ اجتماع کے لیے ٹوپی والے ساتھیوں نے گاڑیوں کا بندوبست کیا۔ اُنھوں نے اخلاص سے بہتر سے بہتر بندوبست کیا، اڈہ والوں نے اپنے کمیشن کی کشش میں ناقص گاڑیاں دلوائیں۔ چنانچہ جاتے ہوئے سفر پر بائیس (۲۲) گھنٹے لگ گئے۔ ڈرائیور حضرات نے جھنجلاہٹ اور تنگ کرنے کا رویّہ اختیار کیا لیکن ساتھیوں نے انتہائی ضبط اور خوش مزاجی کا ردِ عمل کیا جس سے شیطان کو کامیابی نہ ہوسکی۔ سخت سفر بخیر طے ہوا۔ چھ گاڑیاں صبح تین سے لے کر سات بجے تک وقفے وقفے سے پہنچیں۔ راستے کی ناواقفی کی وجہ سے سارے ساتھی اور ڈرائیور صاحبان بھوکے ہی چلتے رہے، رات کا کھانا کھانے کی جگہ ہی نہ مل سکی۔ برخوردار الطاف صاحب، اشفاق صاحب اور عبدالقادر صاحب کو پہلے بھیجا ہوا تھا، انھوں نے فوراً ساتھیوں کو ناشتہ کرایا اور تھکاوٹ کی بنا پر ساتھیوں کو آرام کا کہا گیا۔ بندہ نے الطاف صاحب سے مقامی حالات کے بارے میں رہنمائی لی۔ اُنھوں نے پورا سروے کر کے تحریر تیار کی ہوئی تھی جو مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ بُونی کے علاقے میں خصوصاً اور پورے چترال میں عموماً حضرت مولانا قاضی فضل الرحمٰن صاحب کا بہت احترام ہے۔ بنیادی طور پر عالم ہیں اور صاحبِ سلسلہ (قادریہ) ہیں۔ سلسلہ کے بارے میں بہت کم لوگوں کو پتہ ہے۔

۲۔ حضرت قاضی صاحب کی انتھک کوششوں سے بونی میں دس بارہ سُنی حنفی گھرانوں سے اب ڈھائی سو سُنی حنفی ہیں، جو اکثریت میں اسماعیلی سے سُنی حنفی مسلمان ہوئے ہیں۔

۳۔ تمام مسلمان سو فی صد سُنی حنفی ہیں۔

۴۔ بُونی میں پہلے پانچ یا چھ مسجدیں تھیں اور وہ بھی غیر آباد، اب تیئس (۲۳) سے زیادہ مسجدیں ہیں اور سب آباد ہیں۔ یہ سب قاضی صاحب اور اُنکے بیٹوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔

۵۔ قاضی صاحب کی ہردلعزیز شخصیت کو یہاں کے اسماعیلی بھی بطور اپنے بزرگ کے مانتے ہیں۔

۶۔ تبلیغ کا کام ہو رہا ہے لیکن بات زیادہ تر قاضی صاحب کی ہی مانی جاتی ہے۔

۷۔ یہاں کے لوگ باہر سے آنے والے دینی لوگوں کے بارے میں بہت محتاط ہیں۔ پوری معلومات رکھنا چاہتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں یہ چند سُنی حنفی مسلمان مختلف فرقوں میں تقسیم نہ ہو جائیں۔

۸۔ تصوف کے سلاسل سے پنجاب کی بریلوت اور جعلی پیروں کی کارستانی کی وجہ سے کتراتے

ہیں۔

۹۔ بیان میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی شرکت ہو اس کے بارے میں بتایا گیا کہ علاقہ بہت پھیلا ہوا ہے۔، ہر مسجد سے متعلق دس بارہ گھرانے آباد ہیں جو بہت دور دراز ہیں، صبح کی مجلس میں شرکت ان کے لے دشوار ہوگی۔ زیادہ تر نوکر پیشہ لوگ ہیں۔ عصر کے بعد اور خصوصاً مغرب کے بعد زیادہ تر دستیاب ہوتے ہیں۔

۱۰۔ متنازعہ بیانات سے بہت احتراز کرتے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کی کامیابی اس میں ہوئی ہے کہ صبر کرتے ہیں۔ مناظرہ اور متنازعہ بیانات سے مکمل اجتناب کرتے ہیں۔

۱۱۔ پورے علاقے میں دینی خدمت اور کام کرنے والے حضرت قاضی صاحب اور اُن کا گھرانہ ہے۔ نمازِ جمعہ اسی مسجد میں پڑھاتے ہیں، باقی تمام مساجد میں نمازِ جمعہ نہیں ہوتی۔

۱۲۔ خوبانی اور سیب بہت زیادہ ہیں اور پکنے کے قریب ہیں، نئے ساتھیوں سے عرض ہے کہ بہت احتیاط کریں اور لوگوں کے پھلوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔

۱۳۔ حضرت قاضی صاحب کو ہفتہ کے دن صبح ہمارے پروگرام کی اطلاع ہوئی جبکہ سب سے پہلے یہاں اطلاع کرنی چاہیے تھی۔ یہاں کے ساتھیوں نے دوسرے لوگوں کو دعوت نامے بھیجے لیکن قاضی صاحب جو بُونی اور چترال کے اصل محرک اور روح وِرُواں ہیں کو دعوت نامہ نہیں ملا تھا۔

بندہ (الطاف) کی خوش قسمتی رہی کہ ہمارا قیام حضرت قاضی صاحب کے گھر رہا۔ اپنے سلسلہ کا مکمل تعارف کرایا۔ حضرت قاضی صاحب خود بھی صاحبِ سلسلہ آدمی ہے، انتہائی متواضع اور مہمان نواز شخصیت ہیں۔ ہم لوگوں سے بڑی محبت کے ساتھ پیش آئے۔ قاضی صاحب کے ہاں چند اور مساجد کے مولوی صاحبان بھی ملنے کے لیے آئے۔ ہمارے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بندہ نے اُن سے سلسلہ کا تعارف کرایا اور اُن کے سوالات کے جوابات دیئے اور اُن کی مکمل تسلی کرادی۔ (الطاف)

ظُہر کی نماز کے بعد ڈاکٹر طارق صاحب نے تنبیہ الغافلین کتاب سے آدھا گھنٹہ تعلیم کرائی۔ تعلیم سے مجمع پر محویت طاری ہوئی اور کبر و حسد کے مضامین نے ہر ایک کو اپنی کمزوریوں کا احساس دلایا اور اصلاح کے لیے فکر مند کیا۔ حضرت قاضی صاحب اس تعلیم سے بہت لطف اندوز ہوئے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ساتھیوں کو پھر آرام کرنے کا کہا گیا۔

قاضی صاحب سے عرض کی گئی کہ عصر کے بعد پہلا بیان آپ کا ہی ہونا چاہیے۔ انھوں نے تواضعاً

انکار کیا اور عذر کیا کہ وہ چترالی زبان ''کھوار'' کے علاوہ کسی اور زبان میں بیان نہیں کر سکتے۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ کھوار میں ہی بیان فرمائیں، ترجمے کے لیے جناب مولانا شیخ عبداللہ صاحب، شیخ الحدیث شاہی دارالعلوم چترال سے عرض کیا۔ عصر کے بعد قاضی صاحب کا بیان مع ترجمہ ہوا۔ قاضی صاحب کی معمر پختہ علمی شخصیت اور اُس کے ساتھ انکے قادریہ سلسلے کے انوارات، چنانچہ بیان بہت ہی مُفید رہا۔

جناب مفتی فدا محمد صاحب تشریف نہیں لا سکے تھے، اُنکی کمی مفتی شاہجہان صاحب مہتمم مدرسہ نعمانیہ کوہاٹ روڈ نے پوری کرلی۔ مغرب تا عشاء مفتی صاحب کا بیان ہوا۔ دارالعلوم کراچی کے فارغ التحصیل ہونے کی وجہ سے مفتی صاحب کے بیان میں تھانوی احتیاط اور پختگی پوری طرح چھلک رہی تھی۔ بیان سے ساتھی بہت محظوظ ہوئے اور اپنی اصلاح کے لیے متفکر ہوئے۔

صبح کی نماز کے بعد بندہ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب) نے دو گھنٹے بات کی جس میں اپنے شیخ و مرّبی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں اصلاحِ نفس کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی۔ ناشتے کے بعد ساتھیوں نے پہاڑوں، چشموں، سبزہ زاروں اور بہتی ہوئی چھوٹی چھوٹی ندیوں کی سیر کی اور دس بجے تک تعلیم کے لیے واپس ہوئے۔ الطاف صاحب نے تنبیہ الغافلین سے تفصیلی تعلیم کی، جس کے بعد بندہ نے ساتھیوں سے سوالات پوچھنے کا کہا، جن کا تفصیلی جواب دیا گیا۔ قرآن مجید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے سوالات کا تذکرہ و یسئلونک کا لفظ آیا ہوا ہے۔ چنانچہ سیکھنے کی نیت سے سوال کرنا اور خیر خواہی سے جواب دینا اصلاح کا ایک مستقل شعبہ ہے۔

قافلے میں سپیشلسٹ ڈاکٹر صاحبان جناب ڈاکٹر فہیم صاحب اور جناب ڈاکٹر سفیر صاحب مع ڈاکٹر عبید الرحمٰن صاحب، ڈاکٹر طارق صاحب اور ڈاکٹر عبید اللہ صاحب موجود تھے۔ ۴ جولائی کا دن ان حضرات نے بھرپور استعمال کیا اور تقریباً دوسو مریضوں کا معائنہ کیا۔ بندہ نے تقریباً پچاس آدمیوں کو دَم کیا۔ ظُہر کے بعد کھانا کھلا کر ساتھیوں کو آرام کرنے کا کہا گیا۔

عصر کے بعد سلسلے کے ساتھیوں سے سلسلے میں داخل ہونے اور اُس کے ذریعے اُن کو جو فائدہ ہوا اور آگے اُن کے علاقے کو جتنا فائدہ ہوا، تبصرہ کرایا گیا۔ اس تبصرہ میں جناب ڈاکٹر قیصر علی صاحب، جناب ماسٹر عزیز احمد صاحب (لوند خوڑ)، جناب ڈاکٹر ناصر صاحب سپیشلسٹ ڈینٹسٹری، اور محکمۂ آبپاشی کے ضلع دار جناب عماد صاحب نے حصہ لیا۔ اس مجلس سے ساتھیوں پر کیف و سرور طاری ہوا۔ نمازِ مغرب کے بعد جناب

ڈاکٹر عبیداللہ صاحب نے حضرت شیخ مولانا زکریا صاحبؒ کے فضائلِ درود شریف سے واقعات پڑھے، جنہوں نے جذبۂ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھڑکایا۔ جب لوہا گرم ہو جائے تو نرم ہو جاتا ہے اور لوہار وقت ضائع کیے بغیر اس پر ضرب لگاتا ہے اور اس سے کوئی کام کی چیز بنالیتا ہے۔ چنانچہ بندہ نے اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ کی خاص خصوصیت محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اُن کی تعلیمات سے کچھ زبانی اقتباسات اور اشعار بولے۔ اُن کے اقتباسات اور اشعار ایسے نہیں تھے کہ اُن کی گرمی دلوں نے محسوس نہ کی ہو اور آنکھوں نے برسات نہ برسائی ہو۔

؎ بادل برسیں ہر کوئی جانے
آنکھیں برسیں کوئی نہ جانے
دل کی لگی کو دل ہی جانے

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ‌ ‌ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
وہ ذاتِ مقدس خود جو یائے محبت ہے ‌ ‌ پھر دیکھ تو لے کر کے اُن سے کوئی یارانہ

بس کیا سماں تھا دل چاہ رہا تھا کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم، فخر الاولین و آخرین، قائدِ غرالمحجلین، شفیع المذنبین، رحمتہ العالمین کے قدم ہوں اور ہماری جان نکل جائے۔

؎ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے ‌ ‌ نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

چترال کی واپسی کا سفر لواری ٹاپ کی شدید چڑھائی کی وجہ سے بہت سخت ہے۔ ایک گاڑی تو شروع ہی سے خراب ہو کر جواب دے گئی، جبکہ تین گاڑیوں کو ساتھیوں نے دھکے دے دے کر چڑھایا۔ ڈرائیور صاحبان جھنجلاہٹ اور تلخ کلامی کا مظاہرہ کرتے رہے لیکن ساتھی صبر اور مزاح سے جواب دیتے رہے، اور شیطان کو کامیاب ہونے نہ دیا۔ اس تکلیف کو دیکھ کر بندہ کو ذرا ناگواری محسوس ہوئی کہ ساتھیوں کو اتنے دور دراز سفر کی مشقت میں ڈال دیا، لیکن پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ساتھیوں نے ساری مشقت کو اللہ کے راستے کی مشقت سمجھ کر برداشت کیا بلکہ اس کا لطف اُٹھایا۔

؎ پھر دل تلاش کوئے ملامت کو جائے ہے ‌ ‌ پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لَا یَطَؤُنَ مَوْطِاً یَّغِیْظُ الْکُفَّارَ وَ لَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ

اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَ نَفَقَةً صَغِیۡرَةً وَّلَا کَبِیۡرَةً وَّلَا یَقۡطَعُوۡنَ وَادِیًا اِلَّا کُتِبَ لَهُمۡ لِیَجۡزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝ (توبہ:۱۲۰۔۱۲۱)

ترجمہ: یہ اس واسطے کہ نہیں پہنچتی اُن کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے اُن کے بدلے نیک عمل، بے شک اللہ نہیں ضائع کرتا حق نیکی کرنے والوں کا۔ اور نہ خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان مگر لکھ لیا جاتا ہے اُن کے واسطے تا کہ بدلہ دے اُن کو اللہ بہتر اُس کام کا جو کرتے تھے۔

کا منظر سامنے آیا۔ دراصل یہ سفر ساتھیوں کی برداشت، صبر وتحمل اور تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دو خراب گاڑیوں کے ساتھیوں کا جو اس مشقت والے علاقے میں غیبی بندوبست ہوا اور اللہ تعالیٰ نے سہولت فراہم فرمائی، اس سے توکل کو پختگی ملی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۱۳ سے آگے) ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتے ہوئے (زینت وتفاخر) کا لباس چھوڑا اللہ تعالیٰ اُسے بروز قیامت تمام لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ وہ جس ایمانی جوڑے سے چاہے پہن لے۔

(۱۱) مَامِنۡ اٰدَمِی اِلَّا وَ فِی رَاۡسِهٖ حَکَمَة بید ملکٍ فَاِذَا تَوَاضَعَ قِیۡلَ لِلۡمَلکِ اِرۡفَع حَکَمَتَه وَاِذَا تَکَبَّرَ قِیۡلَ لِلملکِ ضَعۡ حَکَمَتَهٗ (الترغیب والترھیب)

ہر انسان کے سر میں ایک لگام ہوتی ہے جو فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے جب انسان عاجزی اور تواضع کرتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس لگام کو اٹھاؤ (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو عزت دیتا ہے) اور تکبر اختیار کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس کی لگام کو نیچے کرلو (یعنی اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کردیتا ہے)

(۱۲) مَنۡ لَانَ لِحقِّی وَ تَوَاضَعَ لِیۡ وَ لَمۡ یتکبَّر فِیۡ اَرۡضِی رَفَعۡتُهٗ حتّٰی اَجۡعَلَهٗ فِیۡ عِلیینَ (کنز العمال)

ترجمہ: جس نے میرے لیے نرمی اختیار کی اور میرے لیے عاجزی اختیار کی اور میری زمین میں بڑائی اختیار نہیں کی میں اس کو اٹھاؤں گا یہاں تک کہ میں اس کو علیین تک پہنچا دوں گا۔

(باقی آئندہ)

حالتِ نزع (چوتھی قسط)

(ڈاکٹر فہیم شاہ، ڈسٹرکٹ سپیشلسٹ، کوہاٹ)

محمد بن حامد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام احمد بن خضرویہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ان کی حالت نزع کی تھی اور پچانوے سال ان کی عمر تھی۔ ان کے اصحاب میں سے کسی نے مسئلہ پوچھا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے اور فرمایا اے بیٹے! میں تو ایک دروازہ پچانوے سال سے کھلوا رہا تھا، اب اس کے کھلنے کا وقت آیا ہے، نہیں معلوم کہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا شقاوت کے ساتھ اور جواب کا وقت پہنچ گیا ہے۔ اتنے میں ان کے قرض خواہ آئے۔ ان پر سات سو دینار کا قرض تھا۔ فرمانے لگے اے اللہ! تو نے رہن کو قرض کا وثیقہ بنایا ہے اور تو ان لوگوں کا وثیقہ لینا چاہتا ہے (یعنی میری جان جس پر انہیں بھروسہ تھا) اور تو نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ میرا قرضہ ادا کر دے اور میرے قرض خواہوں کو مجھ سے راضی کر دے تُو سب باتوں پر قادر ہے۔ اس وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں، وہ لوگ اس کے پاس گئے، ان سب کا قرضہ اس نے ادا کیا اور ان کی روح اللہ سے ملنے پرواز کر گئی۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے دوشنبہ کی صبح کی نماز وضو کر کے پڑھی۔ پھر اپنا کفن منگایا اس کو چُوما، آنکھوں پر رکھا اور کہا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لیے بڑی خوشی سے حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر قبلہ رُخ پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور فوراً انتقال کر گئے۔

علامہ ابنِ جوزی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میرے استاذ ابوبکر بن حبیب رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہونے لگا تو شاگردوں نے عرض کی کہ کچھ وصیت فرما دیجیے۔ فرمایا تین چیزوں کی وصیت کرتا ہوں، ۱۔ اللہ کا خوف ۲۔ تنہائی میں اس کا مراقبہ اور ۳۔ جو چیز مجھے پیش آ رہی ہے (یعنی موت) اس کا خوف رکھا جائے۔ مجھے اکسٹھ برس گزر گئے لیکن گویا میں نے دنیا کو دیکھا بھی نہیں (ایسے جلدی گزر گئے) اس کے بعد ایک بیٹھنے والے سے پوچھا دیکھو میری پیشانی پر پسینہ آ گیا یا نہیں۔ اس نے عرض کی کہ آ گیا ہے۔ فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ یہ ایمان پر موت کی علامت ہے۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد ابوالوقت عبدالاوّل رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کا جب وقت آیا تو آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا یہ تھا، یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ۝ ترجمہ: کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے ربّ نے مجھے بخش دیا اور مجھے معزز اور مکرم لوگوں میں شامل کر دیا۔

حضرت روزباری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں، ایک فقیر میرے پاس عید کے دن آیا۔ (باقی صفحہ ۱۵ پر)

حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے

(محترمہ فائزہ شہزاد، حیات آباد)

اگر ہم غور کریں تو ہمارے مذہب میں چھوٹی چھوٹی باتوں کی بھی بہت اہمیت ہے۔ نماز کے معمولات ہی کو لے لیجیے، ''فجر'' کی نماز چونکہ بھوکے پیٹ پڑھی جاتی ہے تو کتنی چھوٹی ہے (خواتین کے لئے) اور ''عشاء'' کی نماز کے بعد سونا ہوتا ہے، چلنا پھرنا نہیں ہوتا تو نماز اتنی لمبی ہے کہ اُسے ادا کرنے سے کھانا ھضم ہو جاتا ہے۔ چاند، سورج، ستارے سب اپنے اپنے مقررہ مداروں میں گردش کرتے ہیں، گرمی، بہار، خزاں سب اپنے اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوتے ہیں یہ سب سوچنے کی باتیں ہیں مگر آج کا انسان اتنا مصروف ہو گیا ہے کہ اُس کے پاس سوچنے اور غور کرنے کا وقت ہی نہیں، اچھائی کا تو تصور ہی ختم ہو گیا ہے اور بُرائی کو فخر سے بیان کرنے کو تو چھوڑیں اسے بڑے فخر سے اپنایا جا رہا ہے۔ حسد، بغض، رشوت، قتل وغارت آج کل عام ہے، رشوت تحفے کے طور پر لی اور دی جاتی ہے، معمولی سی بات پر کتنے کتنے افراد قتل کر دیے جاتے ہیں، بغض وعناد کے باعث ایک دوسرے کو ذلیل وخوار کیا جاتا ہے، ان سب عوامل کے پیچھے حسد کا جذبہ کارفرما ہے، حسد ایک نہایت بُرا اخُلق ہے جو انسان کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے ''حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو۔'' مگر آج کے ماڈرن اور ترقی یافتہ دور میں اس بات کو کوئی بھی نہیں سمجھتا بلکہ ہر شخص دوسرے شخص کی ٹانگ کھینچنے کی ٹوہ میں رہتا ہے، آج کا انسان اس قدر خود غرض اور حاسد ہو چکا ہے کہ وہ اپنے سگے بہن بھائی کو خوشحال نہیں دیکھ سکتا، اور ہر وقت اُسے نیچا دکھانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ میں اُس کا نوالہ اُس کے منہ سے چھین لوں۔ آج کل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہر رکن دین کو ہم نے ریا کاری بنا لیا ہے۔ ہر شخص کی تربیت اُس کے اپنے گھر سے شروع ہوتی ہے، بچہ تو معصوم پیدا ہوتا ہے، ماں کی گود اُس کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے، جو کچھ والدین کرتے ہیں وہی کچھ بچہ بھی اپناتا ہے، اگر والدین میں حسد کا جذبہ موجود ہے تو بچے خود بخود ہی حاسد بنیں گے، اگر والد ''راشی'' ہے تو بچہ بڑا ہونے پر والد سے بڑا ''راشی ومرتشی'' بنے گا۔ آج کل ہر ادارے اور گھر میں لڑائی جھگڑا عام ہے، سکول، کالج

اور دفاتر میں ہر شخص دوسرے کو نیچا دکھانے کے مختلف حربے آزماتا ہے، آئے دن لوٹ مار اور قتل و غارت کی خبریں سننے کو ملتی ہیں، گھر گھر میں فساد اور بگاڑ برپا ہے کہیں بہو کو جلایا جا رہا ہے تو کہیں اسی بیوی کی خاطر ماں کو گھر سے نکالا جا رہا ہے، ہر طرف افراتفری کا عالم ہے۔ ان سب عوامل کی وجہ صرف اور صرف حسد ہے جو انسان کو اُلٹے سیدھے کاموں پر مجبور کر رہا ہے، ہمارے اللہ اور ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان تمام باتوں سے منع فرمایا ہے، مگر ہم کیسے مسلمان ہیں جو بڑے فخر و انبساط سے ان تمام خامیوں کو اپناتے جا رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج کا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو چکا ہے، آخر ہم شیطان کے پیروکار کیوں بن چکے ہیں، ہم اسلامی تعلیمات کو بُھلا کر بڑے فخر سے دنیا میں گم ہو چکے ہیں۔ کیا انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے دنیا میں اپنا نائب بنا کر بھیجا تھا؟ بات تو صرف سوچنے کی ہے مگر سوچنے کا ٹائم کہاں؟ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ آیئے آج سے عہد کریں کہ ہم سُنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے حسد جیسی لعنت سے خود بھی دُور رہیں گے اور اپنے بچوں کو بھی بچائے رکھیں گے۔

''حسد اس جذبے کو کہتے ہیں کہ آدمی کسی کی نعمت کو دیکھ کر جلنے لگے اور یہ چاہنے لگے کہ اس کی یہ نعمت ختم ہو جائے چاہے اپنے کو حاصل ہو یا نہ ہو۔ یہ نفس کا ایک منفی جذبہ ہے۔ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے اس کا یہ علاج تجویز فرمایا ہے کہ جس کے لئے حسد محسوس ہو آدمی اس کی نعمت کے زیادہ ہونے کی دعا کرے۔ جب نفس کے جذبے کے خلاف اس طرح دعا کرے گا تو اس سے نفس کڑھے گا آخر ہتھیار ڈال کر اپنے جذبے کو بدل دے گا۔'' (ادارہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: لوگوں میں ہمیشہ فضول سوالات اور چوں و چرا کا سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ یہ احمقانہ سوال بھی کیا جائے گا کہ اللہ نے سب مخلوق کو پیدا کیا ہے، تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جس کو اس سے سابقہ پڑے وہ یہ کہہ کر بات ختم کر دے کہ اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر میرا ایمان ہے۔ (معارف الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

بندہ نے دو کتابیں 'مردِ درویش' اور 'حج کی آسان اور مفید ترتیب' حضرت مولانا عبد القیوم صاحب حقانی کی خدمت میں بذریعہ حبیب الرحمٰن حبیب نقشبندی صاحب بھیجیں۔ حضرت نے ازراہِ شفقت اپنے خط اور تقریظ سے نوازا جو بندہ کے لئے سرمایۂ دین ودنیا ہے۔

محترم ومکرم جناب حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب زید فیوضکم،

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

مزاج بخیر۔

صاحب القلم والکلام حافظ حبیب الرحمٰن حبیب نقشبندی رکن القاسم اکیڈمی گذشتہ دو ماہ سے بیقرار تھے کہ کسی طرح آپ سے ملاقات ہو اور حکمِ مرشد سے سبکدوشی بھی۔ واپس ہوئے تو مجھ گناہگار کے لئے بھی آپ کے قلمی تحفے لائے۔ جنہیں دیکھ کر قلبی مسرت ہوئی۔ دونوں کتابیں نظر سے گزریں اور افادیت کے لحاظ سے دونوں کو مفید پایا۔ ان پر تبصرہ بھی لکھ لیا جس کی کاپی آپکی خدمت میں روانہ ہے۔ یہ تبصرے 'القاسم' کے سالانہ تبصروں میں چھپیں گے انشاء اللہ۔ اس وقت ساری مصروفیات کا رخ مولانا سید اسعد مدنیؒ نمبر کی جانب مرکوز ہے جو تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کی وجہ سے آئندہ تین ماہ تک ماہنامہ 'القاسم' شاید نہ چھپ سکے اس لئے ماہنامہ کا اپریل کا شمارہ جناب کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ اُمید ہے پسند آئے گا اور دعا کا ذریعہ بنے گا۔

جب بھی آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں آپ کے لئے دل فرشِ راہ ہے اس لئے کہ دل کو دل والوں کے لئے ہی سنبھال کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے، عافیت دے۔ مجلسِ ذکر کی خصوصی دعا میں گناہگار کے لئے بھی دعا ہو جائے تو مہربانی ہوگی۔

والسلام

عبدالقیوم حقانی

تبصرہ کتب

نام کتاب: مردِ درویش (سوانح حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ)

مصنّف : حضرت ڈاکٹر فدا محمد (خیبر میڈیکل کالج، پشاور)

صفحات : ۲۲۳ قیمت: ۱۵۰ روپے

ناشر : ادارہ اشرفیہ عزیزیہ

زیرِ نظر کتاب 'مردِ درویش' حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ کی سوانح پر مشتمل ہے جو حضرت کے خلیفۂ ارشد حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب خیبر میڈیکل کالج، پشاور یونیورسٹی نے نہایت سادہ و دلنشین انداز میں لکھی ہے، جس کا ایک ایک حرف اور لفظ حضرت مولانا صاحبؒ کے صاحبِ دل و مرشدِ کامل ہونے کا پتہ دے رہا ہے۔ حضرت پہلے مسلم لیگ اور بعد میں جمعیت علماءِ اسلام میں آئے لیکن جب سید سلیمان ندویؒ سے ارادت کا تعلق ہوا تو طریقت کے آدمی بن کر رہ گئے۔ آخر عمر میں تبلیغ کے کام کی طرف آگئے اور طریقت و تبلیغ کو کچھ اس طرح چلایا کہ لاکھوں بندگانِ خدا کے لئے سرچشمہ فیض بن گئے۔ حضرت کے تبلیغی بیانات اور مجالسِ طریقت کی سحر انگیزیوں نے ایک انبوہِ کثیر کو کام کا آدمی بنا دیا۔ آپ کی مجالس ایک خاص کیفیت کی حامل ہوتی تھیں۔

مصنّف حضرت ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب حاضرِ مجلس تھے۔ حضرت نے اُن پر توجہ فرمائی بندہ نے محسوس کیا کہ ایک تپش حضرت سے اُٹھی جو ہر دو حضرات پر گری اُن سے بندہ پر آئی اور یوں محسوس ہوا کہ کمرہ کی دیواروں تک تپش پہنچ رہی ہے اور اُس سے دل میں رقت و سوز و گداز کی کیفیت پیدا ہو رہی ہے۔

یہ عالم تو حضرت کی مجلس کا تھا۔ آپ تبلیغی مرکز پشاور کے بھی امیر تھے۔ حضرت مولانا شمس الحق اُن ہی کی یادگار ہیں۔ سید سلیمان ندویؒ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دعا جوؒ کے مرید ہوئے، اُن سے خلافت بھی عطا ہوئی۔ جو کیفیت حضرت کے بیانات و مجالس کی حضرت ڈاکٹر صاحب نے بیان کی ہے وہی حضرت کے حالات کو پڑھ کر بھی محسوس کی جاسکتی ہے اس لئے رہروانِ

طریقت و تبلیغ کے لئے یہ ایک گراں قدر سوانح ہے۔ ۲۲۳ صفحات میں ڈاکٹر صاحب نے علمی و الہامی خزانے جمع فرمادئے ہیں۔ کرامات کا باب اس میں نہیں ہے بلکہ **الاستقامت فوق الکرامۃ** کے تحت حضرت کی پوری زندگی کرامت ہے۔ اس کا اندازہ کتاب پڑھنے کے بعد ہی ہو سکے گا۔

یہ کتاب ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ سے مکان نمبر پی ۱۲، پشاور یونیورسٹی کیمپس سے خط لکھ کر منگوائی جا سکتی ہے۔ فون نمبر نوٹ کر لیں۔ ۰۹۱۔۵۸۴۳۰۶۰

نام کتاب:	حج کی آسان اور مفید ترتیب		
مصنّف :	حضرت ڈاکٹر فدا محمد (خیبر میڈیکل کالج، پشاور)		
صفحات :	۲۷	قیمت:	۱۵ روپے
ناشر :	ادارہ اشرفیہ عزیزیہ		

وعظ و تبلیغ اور ناصحانہ انداز میں لکھی گئی یہ مختصر کتاب معاشرے کی نبض پر گویا ہاتھ رکھ کر لکھی گئی ہے۔ مصنّف کا طرزِ تحریر سادہ ہے مگر انتہائی پر اثر ہے۔ جن خوش نصیبوں نے حج کر لیا ہے وہ اس کتاب کو پڑھ کر دوبارہ حج کرنے کا عزم کر لیں اور جنہوں نے نہیں کیا اُن کے لئے تو نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ آنکھ جب تک بھٹکتی رہے گی دل قرار نہیں پکڑے گا۔ دل کا سکون آنکھ کے صحیح استعمال پر موقوف ہے۔ کیا فائدہ کہ آدمی اتنے پیسے بھی خرچ کرے اور حرمین جیسے عظیم مقامات سے لوٹنے کے بعد بھی دل کے سکون سے محروم رہے۔ وجہ کیا ہے اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے اس وجہ کو ایسا مبرہن کیا ہے کہ باید شاید اس کتاب پر تبصرہ کی کوئی حاجت ہی نہیں چھوڑی، بس لینے کی چیز ہے۔

ملنے کا پتہ: مکان نمبر ۱۲۔P، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ضروری اطلاع

ساتھیوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آئندہ ماہانہ اجتماع ۱۶ ستمبر ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ ہوگا انشاءاللہ العزیز۔ (ادارہ)

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (تیسری قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دارالعلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

تواضع کے بارے میں فرمودات نبویؐ

(۱) وَ عَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَآيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰہُ فَهُوَ فِیْ نَفْسِهٖ صَغِیْرٌ وَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ وَ مَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰہُ فَهُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَ فِیْ نَفْسِهٖ كَبِیْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ (مشکوۃ ج۲)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) فرمایا لوگو! تواضع اور فروتنی اختیار کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ (کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے) کے لیے لوگوں کے ساتھ تواضع وفروتنی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے، چنانچہ وہ اپنی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے (کیونکہ وہ اپنے نفس کو ذلت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے) لیکن وہ لوگوں کی نظر میں بلند مرتبہ ہوتا ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی تواضع وفروتنی کے سبب اس کو لوگوں کی نظر میں بلند مرتبہ کر دیتا ہے) اور جو شخص لوگوں کے ساتھ تکبر وغرور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو گرا دیتا ہے، چنانچہ وہ لوگوں کی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے لیکن اپنی نظر میں خود کو بلند مرتبہ سمجھتا ہے، یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ متکبر اور مغرور شخص اگرچہ خود کو بڑا اور عزت دار سمجھتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی مصنوعی بڑائی اور عزت دکھاتا ہے لیکن وہ خدا کے نزدیک ذلیل وحقیر ہوتا ہے اور لوگوں کی نظر میں بھی نہایت کمتر و بے وقعت رہتا ہے۔ اس کے برخلاف جو شخص تواضع وفروتنی اختیار کرتا ہے وہ اگرچہ اپنی نظر میں خود کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی اپنے آپ کو کمتر و بے وقعت ظاہر کرتا ہے مگر خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی اس کی بڑی عزت ووقعت ہوتی ہے۔ (مظاہر حق)

عاجزی، تواضع اور اپنے آپ کو مٹانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہے ایسا ہی مخلوق کی

نظر میں عظمت اور عزت کا ذریعہ ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور تکبر کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اپنے آپ کو گرانے کا ذریعہ ہے ویسے ہی مخلوق کی نظر میں بھی یہ انسان گر جاتا ہے۔ اور آپ ﷺ نے تواضع کے ساتھ ''تواضع لِلّٰہ'' کی قید لگائی ہے لہٰذا تواضع وہی معتبر ہوگی جو صرف اللہ کے لیے ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی مقصود ہو۔ اگر تواضع اس لیے ہو کہ لوگ متواضع کہیں تو یہاں تواضع کا دھوکہ اور دکھلاوا ہے۔

(۲) وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِيْ ابنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ يُرَائِيْ يُرائِيْ اللّٰهُ بِه وَ مَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ تَطَاوَلَ تَعْظِيْمًا يَخْفِضْهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَوَاضَعَ خَشْيَة يَرْفَعْهُ اللّٰهُ (طبرانی)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے کوئی عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو ریاکاری کی سزا دے گا (یعنی قیامت کے دن اُسے کہے گا کہ اپنا اجر و ثواب اسی سے مانگو جس کے لیے تم نے وہ عمل کیا تھا) اور جو شخص لوگوں کو سنانے اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا حال لوگوں کو سنائے گا (یعنی قیامت کے دن لوگوں کے سامنے اس کو عیب کے ساتھ ذلیل و رسوا کرے گا) اور جس نے تکبر اختیار کیا اپنے کو بڑا ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا اور جس نے عاجزی اختیار کی اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اللہ تعالیٰ اسے اٹھائے گا۔

تشریح: حدیث کی تشریح میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص کوئی نیک عمل محض شہرت و ناموری اور حصولِ عزت اور جاہ کے لیے کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس کے عیوب اور برے کاموں کو اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر کر دے گا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی فاسد نیت اور بری غرض کو دنیا پر ظاہر کر دے گا اور قیامت کے دن بھی اپنی مخلوق پر کھول دے گا کہ یہ شخص مخلص نہیں تھا ریاکار تھا۔ اور بعض علماء نے یہ مراد بیان کی ہے کہ جو شخص اپنا کوئی عمل لوگوں کو سنائے گا یا وہ عمل لوگوں کو دکھائے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اس نیک عمل کا ثواب صرف اس کو سنا اور دکھا دے گا، دے گا نہیں تاکہ وہ حسرت زدہ اور افسوس زدہ رہے۔ یا یہ مراد ہے کہ جو شخص اپنا کوئی نیک عمل لوگوں کو سنائے گا یا وہ عمل لوگوں کو دکھائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے مطابق اس کا وہ عمل لوگوں کو سنا اور دکھا دے گا اور اس کے اس عمل کا یہی اجر و ثواب ہوگا جو اس کو اسی دنیا میں ملا اور آخرت کے اجر و ثواب

سے قطعاً محروم رہے گا۔

اور جس انسان نے عاجزی اور تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اسے رفعت اور بلندی نصیب فرمائے گا جیسا کہ ایک دانہ اپنے آپ کو مٹا دیتا ہے اور خاک آلود کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اونچا کر دیتا ہے اور اسی خاک کی وجہ سے وہ گل وگلزار ہو جاتا ہے۔

(۳) رُوِیَ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَوَاضَعَ لِاَخِیْهِ الْمُسْلِمِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ اِرْتَفَعَ عَلَیْهِ وَضَعَهُ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسلمان بھائی کے سامنے عاجزی کی یعنی اس سے عاجزی سے پیش آیا اللہ تعالیٰ اسے اٹھائے گا یعنی عزت دے گا اور جس نے بڑائی اور تکبر اختیار کیا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔

(۴) قَالَ عُمَرَا بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَی الْمِنبَرِ اَیُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ " مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَ قَالَ اُنْتَعِشْ نَعَشَکَ اللّٰه فَهُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ وَ فِیْ نَفْسِهٖ صَغِیْرٌ وَمَنْ تَکَبَّرَ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَ قَالَ اخْسَأْ فَهُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَ فِیْ نَفْسِهٖ کَبِیْرٌ "

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے فرمایا اے لوگو! عاجزی اختیار کرو میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کی اللہ تعالیٰ اسے عزت بخشتا ہے اور فرمایا کہ تو بلند رہے اللہ تعالیٰ آپ کو بلند رکھے تو وہ اپنی نگاہوں میں چھوٹا اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے اور جو بڑائی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تکبر کو توڑ دیتا ہے اور فرمایا کہ اسے کہا جاتا ہے کہ تو اللہ کی رحمت سے دور ہو تو وہ لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا اور اپنی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے۔

(۵) آپ ﷺ فرماتے ہیں مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ (کنز العمال)

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کی اللہ تعالیٰ اسے اٹھائے گا اور جس نے تکبر اختیار کیا اللہ تعالیٰ اسے گرائے گا۔

(٦) یَا عَائِشَةَ تَوَاضَعِیْ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یُحِبُّ الْمُتَوَاضِعِیْنَ وَیُبْغِضُ

الْمُتَكَبِّرِيْنَ (کنز العمال)

ترجمہ: اے عائشہؓ! عاجزی اختیار کر کیونکہ اللہ تعالیٰ عاجزی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور تکبر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

(۷) اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلٰى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ (کنز العمال)

ترجمہ: جب انسان تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان تک اٹھا دیتے ہیں۔

(۸) اَلتَّوَاضُعُ لَا يَزِيْدُ الْعَبْدَ اِلَّا رَفْعَةً فَتَوَاضَعُوْا يَرْفَعَكُمُ اللّٰهُ وَالْعَفْوُ لَا يَزِيْدُ الْعَبْدَ اِلَّا عِزًّا فَاعْفُوْا يُعِزُّكُمُ اللّٰهُ وَالصَّدَقَةُ لَا يَزِيْدُ الْمَالَ اِلَّا كَثْرَةً فَتَصَدَّقُوا يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (کنز العمال)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا تواضع اور عاجزی انسان کی رفعت میں اضافہ کر دیتے ہیں، تواضع اختیار کرو اللہ تعالیٰ تم کو اٹھائے گا اور معاف کرنا انسان کی عزت میں اضافہ کرتا ہے تو معاف کیا کرو اللہ تعالیٰ تم کو عزت دے گا اور صدقہ مال کو بڑھاتا ہے صدقہ دیا کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔

حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ جتنا ایک انسان اپنے آپ کو مٹائے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی نظر میں اونچا مقام حاصل کرے گا اور جتنا ایک انسان معافی اور درگزر کی صفت اپنائے گا تو اتنا ہی اسے اللہ تعالیٰ عزت اور رفعت عطا فرمائے گا اور جتنا ایک انسان اپنے مال سے صدقہ کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اضافہ کرے گا۔

(۹) تَوَاضَعُوْا وَجَالِسُوا الْمَسَاكِيْنَ تَكُوْنُوا مِنْ كبراءِ اللّٰهِ وَ تخرجُون مِنَ الْكِبر (کنز العمال)

ترجمہ: عاجزی اختیار کرو اور مسکینوں کے پاس بیٹھا کرو اللہ تعالیٰ کے معززین میں سے ہو جاؤ گے اور تکبر سے نکل جاؤ گے۔

(۱۰) مَنْ تَرَكَ اللبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُؤس الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّره اىَّ حُلَلِ الْاِيْمَان شَاءَ يَلْبِسُهَا (کنز العمال)

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

حیرت انگیز

(محمد الطاف حسین صاحب، لیکچرار اسلامیہ کالج، پشاور)

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی صاحبؒ کی کرامت: یہ واقعہ بندہ (الطاف) کے سامنے حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کی محفل میں منگل کے دن بوقت عصر ایک صاحب نے سنایا۔ ان صاحب کا نام محترم راست باز خان ہے اور بنوں کا رہنے والا ہے اور انکم ٹیکس میں بطورِ انسپکٹر ملازمت کر رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میرا بیٹا کوئی چار سال کا تھا کہ اُسے شدید تکلیف شروع ہوئی اور سارا پیٹ پھول گیا۔ متعلقہ فزیشن اور سرجن نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ بچے کو (Malignancy) یعنی کینسر ہے۔ اور مزید تفتیش کے لیے بچے کے ٹیسٹ لیبارٹری بھیج دیئے۔ لیبارٹری کے نتائج آنے سے پہلے میں حضرت مولانا صاحبؒ کے پاس آیا اور اپنا حال سنایا، میری آنکھوں میں آنسو تھے۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں بیٹا رویا نہیں کرتے اللہ تعالیٰ خیر کردے گا۔ اس کے بعد لیبارٹری کے نتائج جب آگئے تو کینسر کے بجائے ٹی بی کی تشخیص ہوگئی۔ میں نتائج لے کر متعلقہ ڈاکٹر صاحبان کے پاس گیا تو انھوں نے ماننے سے انکار کر دیا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ خیر منت سماجت کر کے سرجن صاحب نے اتنا کر دیا کہ فزیشن صاحب سے کہہ دیا کہ کیا حرج ہے اس کو ٹی بی کے علاج پر ڈال دو۔ اللہ کی شان بچہ صحت یاب ہوا اور ابھی اُس کی عمر کوئی بائیس سال ہے۔

غلطی کی اصلاح

ماہنامہ غزالی صفر ۱۴۲۷ھ مارچ ۲۰۰۶ء کے مضمون 'شریعت رحمت ہے' کی ایک غلطی کی نشاندہی جناب مفتی شوکت صاحب نے کی۔ صفحہ نمبر ۱۲ پر طلاق کے بارے میں لکھا تھا ''مسنون طلاق یہ ہے کہ حالتِ طُہر میں بعد ملنے کے طلاق دی جائے'' جبکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حالتِ طہر میں ملنے سے پہلے طلاق دی جائے۔ دراصل اُس مضمون میں اس نفسیاتی نکتے کو اُجاگر کرنا تھا کہ طلاق اُس حالت میں دی جائے جب کہ بیوی کی طرف کشش کا زیادہ سے زیادہ جذبہ موجود ہو جو طلاق کے جذبے کو دبا سکے۔ یہ جذبہ بجائے ملنے کے بعد، ملنے سے پہلے زیادہ موجود ہوتا ہے۔ مذکورہ جگہ پر اس کی تصحیح کردی جائے۔ (ادارہ)

احتجاج

غزالی کے قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ ٹیلی نار موبائل کمپنی کے کنکشن نہ خریدیں اور اگر اس کنکشن سے کوئی ٹیلی فون کرے تو اُسے ریسیو نہ کر کے محبتِ رسولؐ اور نفرتِ یہود کا ثبوت دیں۔ ٹیلی نار کا کوڈ 0345 ہے۔ (ادارہ)

پیشِ لفظ، نوائے درویش

طرب آشنائے خروش ہوتو نوائے محرمِ گوش ہو　　وہ سرود کیا جو چھپا ہوا ہے سکوتِ پردۂ ساز میں

بندہ کے شیخ و مربّی کے اصلاحی بیانات نوائے درویش کے نام سے آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ کچھ بیانات تو حضرت حاجی شیر حسن صاحب کی بیاض سے لئے گئے ہیں۔ اس بیاض میں حاجی شیر حسن صاحب نے حضرت کے بیانات دوران بیان لکھے ہیں۔ ان کی زبان درست کرنے کے لئے، اور عبارت کو مربوط بنانے کے لیے پوری محنت کرنا پڑی ہے۔ کچھ بیانات کیسٹوں سے لیے گئے ہیں جنہیں بہت زیادہ محنت کر کے ثاقب علی خان صاحب نے کیسٹوں سے سن کر لکھا ہے۔ بندہ چونکہ غیر معروف آدمی ہے، اس لئے تقریظ حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب صدر مفتی و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ سے لکھوائی۔ حضرت موصوف سلسلہء نقشبندیہ کے کامل شیخ ہیں۔ اب حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کی برکات اور مفتی صاحب کی توجہات یکجا کتاب کی ہم نوا ہو گئی ہیں۔ امید ہے پڑھنے والوں کو بہت فائدہ ہو گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆